ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

خانقاہ معظم آباد کی شعری روایت:کلاسیکت اور جدیدیت کا امتزاج

1)عامر حسین
2)ڈاکٹر محمد نعیم گھمن
لیکچرر اردو گورنمنٹ شالیمار کالج لاہور
3)محمد عرفان
4)فیض رسول

Moazaam-Abad is a renowned Sufi Lodge of Aliya Chistiya Series. The actual identity of this Sufi Lodge is Art and Literature. The literary taste and confab of its descendants is quite graceful. An ebullient tradition of Classical and Modern Poetry is found here. Professor Ghulam Nizam-Ud-Din possessed Classical Poetry. We can find the utilization of all of the techniques of Classical Poetry in his Odes. On the contrary, his son, Dr. Muin Nizami has a tendency for Modern Urdu Poetry. His Poetry encompasses all the modern techniques up to the day. The poetic tradition of this lodge is peculiar because of its unique handling of Modern & Classical Literature. And this very poetic tradition of the Moazaam-Abad Lodge separates it from the rest of the lodges.

Keywords: moazamm -abad -sufi -art and literature-classical-modern poetry -poetic tradition -ghulam naizm -ud-din -dr muin nizami -

خانقاہ سیال شریف اور اسکی ذیلی خانقاہوں کا یہ اعجاز ہے کہ ان خانقاہوں میں روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ شعر و سخن کی تربیت کا بھی خاص انتظام ہوتا ہے۔سیال شریف کی متعلقہ خانقاہوں میں چشتی رنگ اپنے جوبن پر نظر آتا ہے۔شعر و سخن صوفیا چشت کی میراث ہیں۔صوفیا چشت نے ہندوستان کی ہر زبان میں طبع آزمائی کی ہے۔شعر و سخن کی اسی روایت کا تسلسل معظم آباد میں بھی نظر آتا ہے۔خانقاہ معظم آباد شعری روایت میں جدت وقدامت کا سنگم ہے۔اس خانقاہ میں کلاسیکل اور جدیدیت کے تمام رنگ دکھائی دیتے ہیں۔پروفیسر غلام نظام الدین کے ہاں کلاسیکل رنگ تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہیں اور ان کے بیٹے ڈاکٹر معین نظامی جدید اردو نظم کا معتبر حوالہ ہیں۔عمومی طور پر آزاد نظم کی روایت خانقاہی شعراء کے ہاں دکھائی نہیں دیتی۔قدیم وجدید اردو شاعری کا یہی امتزاج خانقاہ معظم آباد کا امتیازی وصف ہے۔خواجہ غلام نظام الدین معظمی خانقاہ معظم آباد کے پہلے باضابطہ اور مکمل شاعر ہیں۔انہوں نے خانقاہ معظم آباد کی درخشندہ روایات میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ چشتی خانقاہوں کا دردوسوز سمٹ کر خواجہ غلام نظام الدین کے سینے میں جمع ہوا اور انہوں اس دردوسوز کو الفاظ کا پیرہن پہنادیا۔خواجہ غلام نظام الدین معظمی نے اپنے بزرگوں کے شعری ذوق کی پاسداری کی بلکہ انہوں نے خانقاہ معظم آباد کو شعر و سخن کا دبستان بنادیا۔خواجہ غلام نظام الدین کی شاعری میں استاد شعراء کا رنگ جھلکتا ہے۔ان کی شاعری سکہ بند روایات میں بندھی نظر آتی ہے۔وہ اپنے بزرگوں کی ادبی وعلمی میراث کے حقیقی جانشین بنے۔ان کی شاعری میں ان کی ذاتی زندگی کا بڑا عکس نظر آتا ہے۔ان کو اس بات سے کوئی غرض نہ تھی کہ ان کا حلیہ،عادات واطوار دیکھ کر کوئی ان پر قدامت پسند ہونے کا الزام لگادئے۔وہ اس بات پہ نازاں اور شاداں رہتے تھے کہ ان کی زندگی قدامت پسندی کا مرقع ہے۔ان کی یہی ادا ان کی شاعری کا حقیقی حسن بن گئی جب انہوں نے اپنی شاعری میں کلاسیکل روایات کو پورے اہتمام کے ساتھ نبھایا تو ان کی شاعری تاریخ وروایت سے جڑ گئی۔ان کے اشعار میں اک دھیما سا مدہور کر دینے والا انداز ہے۔محبوب کا دیدار اور اس سے ملاقات کی حسرت غزل گوئی کی روایت ہے۔محبوب سے جدا ہونے کا دکھ اچھوتے انداز میں بیان کرنا انہی کا ہی خاصا ہے۔

وقت وداع یار مجال سخن نہ تھی
اک اشک میں سمٹ گئیں دل کی حکاتیں
سویرے سویرے تجھ کو دیکھ لینا
ہزاروں برس کی عبادت سے بہتر (۱)

انہوں نے میکدہ کی کلاسیکل روایت کو بھی زندہ کیا ہے۔انہوں نے مکیدہ اور شراب کے جام کی بات روایتی انداز میں ہی پیش کی ہے۔ان کا طرز فکر اور موضوعات غزل گوئی کے اساتذہ کی مانند دکھائی دیتے ہیں۔اردو غزل گوئی میں میکدہ،جام اور شراب کا ذکر کلاسیکل روایت تھی۔اسی روایت کے سائے میں پروفیسر نظام الدین نے بھی غزل گوئی کو تازگی بخشی۔

نکلا طواف کعبہ کی نیت سے تھا نظام
رستے میں مکیدہ تھا وہیں گھومتا رہا
کرتا ہے نظام آج یہ کیا راز کی باتیں
کل تک تو اس شہر میں میخانہ نشین تھا(۲)

محبت میں لطیف وارادت قلبی سے ان کی گہری شناسائی تھی اور محبت کے معاملات کو بیان کرنے ان کو سلیقہ تھا۔یہی سلیقہ ان کی شاعری کا حسن بن جاتا ہے۔وہ اپنے اشعار میں محبت کی باریک سی نزاکت کو اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ پڑھنے والا دم بخود ہو جاتا ہے۔انہوں نے محبت کی صدیوں سے موجود روایت کو ہی اپنا موضوع بنایا ہے۔ وہ محبتوں کی راہوں میں بھی ماضی کی نرگیست کا شکار ہیں۔انہوں نے خود لکھا ہے یہ محبت کے اقوال ہمارے بزرگ کہہ گئے میں ان میں کوئی اضافہ نہیں کر رہا بلکہ انہی کو انداز بدل کر دہرا رہا ہوں۔

اگلوں نے بھی دہرائے ہیں اقوالِ محبت

میں نے بھی وہی بات کہی لہجہ بدل کے

وہ ہمارا قبیلہ زاد نہیں

زخم کھا کہ جو مسکرا نہ سکے

میرا مسلک، مسلکِ دار و رسن

میرا مذہب، مذہبِ عشاق ہے (۳)

وہ مجاز کو حقیقت کا پر تو سمجھتے تھے۔ خواجہ غلام نظام الدین اپنے باطن کی طرح ظاہری طور پر بھی سچائی کے قائل تھے۔ انہوں اپنے اک طالب علم وزیر کے ساتھ محبت کا رشتہ استوار کیا تو اس کو برملا بیان کیا۔ ان کی اپنے طالب علم وزیر سے محبت کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی۔ انہوں نے بھی مجازی عشق کو حقیقی عشق کے لیے سیڑھی بنایا۔ انہوں نے ساری زندگی اپنے طالب علم وزیر سے شدید محبت کی۔ جس کا اظہار ان کے اشعار میں بھی نظر آتا ہے۔ انہوں نے گورنمنٹ کالج بھلوال سے نکلنے والے ادبی مجلے کو بھی وزیر کے نام منسوب کر دیا تھا۔ جس پر پرنسپل نے ناراضگی کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تبدیل تو نہیں ہو سکتا مگر میں اس مجلے پر آنے والے اخراجات دینے کو تیار ہوں۔ وزیر نے بھی ساری عمر اپنے استاد محترم سے وفا کی۔ خواجہ غلام نظام الدین کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ڈاکٹر معین نظامی سے خصوصی گذارش کر کے خواجہ غلام نظام الدین کے جوتے لے کر واپس گیا۔ یہ محبت کی وہ داستاں ہے کہ جس کو ہر دور میں لوگوں نے چھپانے کی کوشش کی مگر خواجہ غلام نظام الدین اپنے عشق و محبت کا برملا اظہار کرتے تھے۔ یہ جرات راندانہ وہی کر سکتا ہے جس کا باطن پاک ہو۔ ان کے اسے جذبے کو ان کی شاعری میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اتنا لکھا ہے پیار سے تو نے جو مجھ کو خط

جی چاہتا ہے بڑھ کے تیرا ہاتھ چوم لوں

اک زخمِ دل تھا عہدِ محبت کی یادگار

اس کو بھرے ہوئے بھی زمانہ گزر گیا (۴)

دل سے ہر مسئلے کا حل پوچھو

دل سے بڑھ کر مشیر کب ہو گا

دلربا سب ہی خوب ہیں لیکن

ان میں کوئی وزیر کب ہو گا (۵)

انہوں نے اپنی شاعری میں خانقاہ معظم آباد کی تعریف و توصیف بھی کی ہے۔ انہوں نے اپنے فن شاعری پر فخر بھی کیا ہے کہ خواجہ معظم الدین کے خانوادے میں سے انہوں نے ان کے ذوق سخن کو نا صرف زندہ رکھا بلکہ تناور درخت بنا دیا۔ انہوں نے اس امر کی بھی نشاندہی فرمائی ہے کہ صوفیاء چشت کی جو روایت ہے وہ شعر ادب سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ وہ اسی ذوق شعر کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ بلاشبہ خانقاہ معظم آباد کا علمی و ادبی حلقوں میں تعارف خواجہ غلام نظام الدین کی شخصیت اور شاعری کی بدولت ہی ہوا تھا۔ اس لیے ان کا یہ دعویٰ حق بجانب نظر آتا ہے۔ انہوں نے اپنے اشعار میں اپنے جدِ اعلیٰ خواجہ معظم الدین سے محبت و عقیدت کا بھی اظہار کیا ہے۔

اپنے فن پر نازاں نظر آتے ہیں

جناب خواجہ معظم کے خانوادے میں

نظامِ خانقہی برقرار مجھ سے ہے

فیوض دورِ معظم کی تابشوں کا نظام

خدا کے فضل سے، نصف النہار مجھ سے ہے (۶)

آنکھوں کی واردات محبت میں اپنا لطف رکھتی ہے۔ اردو کے شعراء نے آنکھوں کی اثر پذیری اور محبوب کی آنکھوں پر بہت سے اشعار کہے ہیں۔ عاشقوں کی زندگی کا حسن محبوب کی آنکھوں سے کشید کیا جاتا ہے۔ آنکھیں محبت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ خواجہ غلام نظام الدین کا جمالیاتی ذوق اپنے جوبن پر ہی رہا ہے۔ انہوں نے اپنے طالب علم وزیر سے ٹوٹ کے محبت کی اور اسکا برملا اظہار بھی کیا۔ وہ محبت کے اظہار میں کسی کے طعن و ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔ انہوں اسی جوان لڑکے وزیر کی آنکھوں کی کیا خوب صورت منظر کشی کی ہے۔

تجھ کو تری آنکھوں کی قسم ہے مرے ساجن

مجھ کو کبھی آنکھوں کے دریچوں سے بلا لے (۷)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

ان کے اشعار کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے ان کو جدت طرازی سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ وہ اردو اور فارسی شاعری کی کلاسیکل روایتوں کی پاسداری میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں۔انہوں نے اپنے اردو دیوان کی تربیت جس انداز میں دی ہے وہ بھی ان کی تاریخی شعری روایت سے شناسائی کا پتہ دیتی ہے۔ان کی ذاتی زندگی میں بھی وہی بزرگوں والا انداز ملتا تھا۔انہوں نے اپنے جذبات کے اظہار کے لیے غزل کو چنا ہے۔انہوں غزل کی مروجہ روایات کو مکمل طور پر اپنی شاعری میں برتا ہے۔

ان کی شعری پختگی اور غزل گوئی سے محبت کی جانب ڈاکٹر فخر الحق نوری نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

"جہاں تک "شاخ گل" میں شامل خالص غزلوں کا تعلق ہے۔ان میں سے اکثر و بیشتر مستحب کو بھی واجب کا درجہ دیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ غالب اکثریت مردف غزلوں کی ہے،یہی معاملہ مطلع و مقطع کا بھی ہے۔نظام کے ذہن کی کلاسیکیت اس سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ ان کا منجھا ہوا لب ولہجہ ،اردو اور فارسی کے امتزاجی رنگ سے مزین الفاظ و تراکیب کا انتخاب اور مصرعوں میں ان کی تربیت و ترکیب،تشبیہات و استعارات کا ذخیرہ اور ان سے ابھرنے والی جمالیات،سب میں روایت کی گونج صاف سنائی دیتی ہے۔"(۸)

ڈاکٹر معین نظامی کی نظم نگاری خانقاہ معظم آباد کی شعری روایت میں جدیدیت کا معتبر حوالہ ہیں۔ڈاکٹر معین نظامی کی جدید اور خواجہ غلام نظام الدین معظمی کی کلاسیکل شاعری کی وجہ سے ہی خانقاہ معظم آباد شاعری کی کلاسیکل اور جدت کا سنگم ہے۔خانقاہ معظم آباد کی شعری روایت کو تازگی اور جدت عطا کرنے میں ڈاکٹر معین نظامی کا بڑا کردار ہے۔ڈاکٹر معین نظامی نے تحقیق و تدوین کے ساتھ ساتھ شعر و سخن کو بھی جاری رکھا۔صوفیا چشت کی میراث سخن وری بھی ان کے میدان بنی رہی ہے۔ان کے کئی شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ڈاکٹر معین نظامی کی شخصیت میں خانقاہی رچاؤ نظر آتا ہے ۔

ڈاکٹر معین نظامی جس عہد میں جی رہے ہیں۔ان کا عہد ان کے فکر و فن سے اس طرح مماثلت نہیں رکھتا جس طرح کا ان کی شاعری میں عہد رفتہ کا بیان ملتا ہے۔ ڈاکٹر معین نظامی کی اردو اور فارسی شاعری اصل میں برصغیر کی تہذیب و ثقافت کی امین ہے۔ڈاکٹر معین نظامی کی شاعری کا مزاج سمجھنے کے لیے ہندوستان کی مخصوص علمی فضا کو سمجھنا ضروری ہے۔برصغیر میں کوئی شخص دنیا کے کسی بھی کونے سے آیا وہ اس خطے کی آب و ہوا،تہذیب اور کلچر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔برصغیر میں مذہبی تعلیم کے لیے عربی اور فارسی استعمال ہوتی تھی۔روزمرہ کی زبان جس میں خط وکتابت،خورد و نوش،عام گفتگو اور خوشی و سوگ کو بیان کرنے کے لیے فارسی کا ہی استعمال ہوتا تھا۔صوفیا کرام نے ہندوستان میں جس معاشرے کی تشکیل کی اس کو ہند پاک تہذیب کا نام دیا جائے تو بہتر ہو گا۔انہوں نے ایسے معاشرے کی بنیادیں استوار کیں جن کی ابتداء انسان دوستی پر ہوئی۔تصوف اور سلوک کو سالک کے قلب و روح میں وارد کرنے کے لیے جو زبان استعمال ہوتی تو فارسی ہی تھی۔ورادت قلبی کے ذریعے سینے منور کرنے والے صوفیا نے اپنی اپنی خانقاہیں قائم کیں۔ان خانقاہوں میں مخلوق خدا کی ارواح کو تازگی عطا کی جاتی تھی۔شہروں سے دور چھوٹی چھوٹی بستیوں میں یہ خانقاہی قائم ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے نور سے پورا ہندوستان منور ہوتا چلا گیا۔ان خانقاہوں کا خمیر محبت اور ادب سے اٹھایا گیا ہے۔ان خانقاہوں سے وابستہ لوگ کی بنیادی صفت ادب اور انسان دوستی ہے۔ان خانقاہوں میں علم و ادب کی چمک دمک بھی بنیادی جزو ہے۔ڈاکٹر معین نظامی نے بھی اسی خانقاہی نظام کے اک سلسلے میں آنکھ کھولی۔ان کی تربیت میں ادب اور شعر و سخن کا ذوق شامل ے تھا۔یہی وہ فضا تھی جو ڈاکٹر معین نظامی کی شاعری کا حسن بنتی چلی گئی۔وہ اپنی شاعری میں اسی انسان دوستی اور خانقاہ کے لوازمات کو بارہا بیان کرتے ہیں۔ان کی شاعری ماضی کے جھرکوں میں ناصرف جھانکتی ہے بلکہ ماضی کو پوری آب و تاب سے اپنے لفظوں کے ذریعے روشن تر بھی کرتی ہے۔

ڈاکٹر معین نظامی اپنی شاعری میں مورخ اور نوحہ گر نظر آتے ہیں۔ان کی شاعری تصوف و سلوک،اخلاص و مودت،اخلاق و تعظیم،نوحے اور شادمانی و مسرت کا مرقع نظر آتی ہے۔ان کے لفظ ماضی کے عکاس بنے ہوئے ہیں۔انہوں نے اپنے مخصوص پس منظر کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔انہوں اس میکدے کا دوازہ کھولا جس پر کئی سالوں سے تالے لگے ہوئے تھے۔انہوں مشائخ چشت کے معرفت کے جام کو از سر نو بنا سنوار کر پیش کیا ہے۔ان کی شاعری میں موجود ماضی کا نوحہ دیکھ کر بعض لوگ اعتراض کر سکتے ہیں کہ موجودہ عہد میں ان الفاظ و معانی کا چلن نہیں رہا تو ان تراکیب کو کون سمجھے گا۔اس بات کا سادہ سا جواب ہے کہ موجودہ عہد نے اپنے ماضی کو فرموش کیا ہے جبکہ معین نظامی نے تو اس عہد کے ساتھ رشتہ استوار کیا ہے۔اظہار الحق نے معین نظامی کے اسی شعری وصف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"معین نظامی ایک ایسا سردار ہے جو ان قبیلوں کے ضم شدہ افراد کو اپنی قلمرو میں واپس لانا چاہتا ہے۔وہ اس سرداری کا مستحق ہے۔اس لیے کہ اس کی تیاری پوری ہے۔وہ شمشیر بدست اور پابہ رکاب ہے اور اس نے اپنے لشکر کو ان ہتھیاروں سے لیس کیا ہوا ہے جو اس مہم میں ناگزیر ہیں"۔(۹)

عہد رفتہ کی یادیں معین نظامی کی نظموں کو اک واضح جہت عطا کرتی ہیں۔ان کی شاعری میں ماضی کی نوحہ گری ب بھی خوب جوبن پہ نظر آتی ہے۔وہ اپنے ماضی کو بڑے ہی دلدوز انداز میں بیان کرتے ہیں۔ان کے ہر لفظ میں ماضی کی داستان پوشیدہ ہے۔وہ اپنے ماضی کو نئے انداز میں بیان کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔اس کو اس بات کا بھی رنج ہے کہ ہمارے اجداد کا ماضی بڑا پر شکوہ تھا اب وہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

کیوں نظر نہیں آتا۔ معین نظامی کے شعری تلازمے انسان کو ورطہ حیرت میں گم کر دیتے ہیں۔ ان علامتوں اور تلازموں کا بغور جائزہ لیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے اک گھڑ سوار پوری آب و تاب کے ساتھ اپنے ماضی کی طرف دوڑ تا چلا جا رہا ہے۔ اس کے راستے میں جو بھی ماضی کا دفینہ آتا ہے وہ اس کو اپنے اشعار کی زینت بنا کر ہی آگے بڑھتا ہے۔

پرانے زمانوں میں جینا

مری صحبتیں بیش تران اکابر سے ہیں

جو ظاہر اب اس عالم آب و گل میں نہیں ہیں

مرے شب و روز

ان کے فکر و نظر کی مہک سے معطر ہیں

ان کا سخن میری روئید گی سینچتا ہے

پرانے زمانوں میں جینا بھی کیا تجربہ ہے(۱۰)

لفظیات معین نظامی کی شاعری کی کلید ہے۔ اس نے جو الفاظ و تراکیب استعمال کی ہیں اور جو اصطلاحیں تراشی ہیں۔ ان میں سے ماضی کے اوراق آسانی دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی لفظیات ہی ان کی شاعری کا حسن بن کر سامنے آتی ہیں۔ڈاکٹر زاہد منیر عامر نے ان کی تراکیب سازی کے متعلق یوں لکھا ہے۔

"معین کی نظموں میں اک غالب رجحان ترکیب سازی بھی ہے، ہر اچھا شاعر ترسیل معانی

میں سہولت کی خاطر ترکیب سازی کرتا ہے۔ معین نے بھی بڑے پیمانے پر اس روش کو

اختیار کیا ہے۔ معین کا ذخیرہ تراکیب عربی و فارسی کی لفظیات کی مدد سے مرتب ہوتا ہے"۔(۱۱)

خودنوشت کے کئی مناظر ان کی نظموں میں ملتے ہیں۔ یہ خودکلامی شاعری کی میراث ہے۔ خود کلامی کے ذریعے شاعر اپنے گرد و پیش ہونے والے واقعات کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ خودکلامی شاعر کی خودنوشت بنتی چلی جاتی ہے۔ معین نظامی اپنی شاعری میں جابجا خودکلامی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اس خودکلامی کے ذریعے ماضی کے در بھی وا کیے ہیں۔ ان کو تنہائی اور ماضی کا غم خودکلامی پر مجبور کرتا ہے۔ ان کی نظم میں خودکلامی کا منظر عجب رنگ اوڑھے ہوئے محسوس ہوتا ہے۔

تو اُس دَور میں
سات کمروں کی ہر خلوتِ خاص میں
میرے سب کُرتے پیچھے سے پھٹنے لگے
اور پھلوں کی جگہ ہاتھ کٹنے لگے
مجھے تاج و تخت اور چتر و علم تج کے
اپنی مددگار بیوی کو اور اپنے ننھے سے بیٹے کو سوتا ہوا چھوڑ کر
ایک شب
ایک بے آب وادی میں بن باس لینا پڑا
میں کہ اپنے وفادار بندر کو بھی ظالموں کے اُسی گاؤں میں چھوڑ آیا
مجھے غار کے منہ پہ اِک نیک مکڑی کے جالے نے اُس دن بچایا
وگرنہ وہ خوں خوار بد و مجھے سونگھتے پھر رہے تھے!

مرا آسمانوں کی اِس نیلی چھت کے تلے ایک ہی دوست تھا

وہ جَری

میرے اندر کے اَعدا کے نرغے میں

اُس رات کو کیا سوتا

اپنے محل میں نئی زندگی کے اُمڈتے تقاضوں کے زہرابِ لذت میں

بے سُدھ پڑا تھا

اُن ایام میں روح کے ساتھ اُس کا بدن بھی بُری طرح مفلوج تھا

اُن دنوں، مجھ سے کیا وہ تو خود سے بھی ملنے سے معذور تھا۔(۱۲)

بارش کے متعلق بھی کئی شعراء نے طبع آزمائی کی ہے۔بارش کو دیکھ کر معین نظامی نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اسی کا خاصا ہے۔بارش کے موسم میں انسان کا من چاہتا ہے کہ اس کا محبوب اس کے پہلو میں بیٹھا ہو اور بارش سے قطروں کے گرنے کی آواز سے پیدا ہونے والی موسیقی سے لطف اٹھایا جا سکے۔برسات کے موسم میں شامیں بڑی حسین ہوتی ہیں۔عشاق کے لیے یہ موسم بڑا ہی سگندل ہوتا ہے۔ان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے آتے ہیں کہ ان کا محبوب کس کے پاس بیٹھا ہو گا۔اس کیفیت کو معین نظامی نے الفاظ میں ڈھالا ہے:

قطرہ وقطرہ شبنم

زمستان

زمستان کی پہلی بارش

زمستان کی بارش میں خوش بو

زمستان کی بارش میں خوش بو تمہاری

خدا جانے

یہ شام تم نے

کہاں اور کیسے گزاری(۱۳)

کلچر ثقافت اور تصوف و سلوک کے معاملات کو بھی معین نظامی نے اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ان کی شاعری یہاں ماضی کی جھلک لیے ہوئے ہے وہاں ان کی شاعری میں جدت کے بھی قابل توجہ مظاہر موجود ہیں۔ معین نظامی نئے امکانات کی تلاش میں رہتا ہے۔اس کی نظموں میں ماضی کا بیان اتنا کثرت سے ہے کہ انسان ماضی کے جھرکوں میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ معین نظامی کی پرورش اک دیہات میں ہوئی تھی۔ معظم آباد کی کھلی آب و ہوا اور ہر سو کنوکے باغات اس کو اپنی طرف بلاتے رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی گاؤں کی ان یادوں کو اپنی زندگی سے محو نہیں ہونے دیا۔ بچپن میں جب ان کی والدہ ان کے اصرار پر ساگ پکاتی تھیں تو ان کے دوسرے بہن بھائی برہم ہوتے تھے۔اس لمحے ان کی والدہ کا جواب ان کے کانوں میں ابھی رس گھولتا رہتا ہے۔وہ اپنے گاؤں اور ماضی کو بھولنا نہیں چاہتے بلکہ انہوں نے اپنی گاؤں کی چھوٹی چھوتی جزئیات کو بھی اعلیٰ ترین نظم کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔اس کو وہ تنور اور حویلی آج بھی یاد ہے جس میں ان کا بچپن گزرا تھا۔ان کی نظم "گاؤں" اپنے اندر کمال کا رنگ لیے ہوئے ہے"۔

گاؤں

تیسرا دن ہے کہ ہر کھانے میں

ساگ بنواتا ہوں

بچے سارے

ماں پہ برہم ہیں کہ کیوں میرا کہا مانتی ہے

اور ادھر یہ ہے کہ

مجھ سے کھانا

ڈھنگ سے آج بھی کھایا نہ گیا

یاد آتی ہے بہت ایک حویلی دل کو

اور وہ تنور

جو عرصے سے جلایا نہ گیا(۱۴)

ان کی شاعری میں موجود موضوعات کے تنوع کو افضال احمد سید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"معین نظامی کی شاعری اسی قاصد کی سرگزشت ہے جو اپنے گم کردہ نامہ کے مندرجات کی تلاش میں ہے۔وہ ایک منفرد شاعر ہیں۔ادب، تاریخ، تصوف، روایت اور جدیدیت کا انجذاب ان کی شاعری کی تشکیل کرتا ہے۔فکر کی گہرائی، لفظیات کا طلسم، معنی آفرینی، خوش آہنگی: ان کے پاس کیا کچھ نہیں"۔(۱۵)

والد سے محبت معین نظامی کی زندگی کا حاصل ہے۔ان کے والد گرامی قادر الکلام شاعر تھے۔ان کے والد کا تعارف ادبی حلقوں میں موجود ہے۔ان کے والد کے چاہنے والے معین نظامی کی زندگی میں پروفیسر غلام نظام الدین کی جھلک دیکھنے کے متمنی ہیں۔ معین نظامی کی شاعری کا کینوس اپنے عہد سے مطابقت رکھتا ہے مگر ان کے والد گرامی کی کلاسیکل شاعری بھی خانقاہی شعراء کی قدر ومنزلت میں اضافے کا باعث ہے۔ معین نظامی اپنے اک تابعدار شاگرد کی طرح اپنے والد سے محبت بھی کرتے ہیں اور ان کا حد درجہ احترام بھی کرتے ہیں۔ معین نظامی کو ڈاکٹر معین نظامی بنانے میں ان کے والد گرامی کی توجہ اور کرم شامل ہے۔اپنے والد سے عقیدت کا اظہار انہوں نے اپنے اک بیٹے کا نام "نظام" رکھ کر بھی کیا ہے۔ معین نظامی بھی اک صوفی کا طرز عمل اپناتے ہوئے اپنے والد سے اپنی عقیدت و محبت کا کھل کے اظہار کرتے ہیں۔وہ اپنے اپ کو اپنے والد کے سامنے طفل مکتب گردانتے ہیں۔ان کی نظم کا کچھ حصہ اس حوالے سے بڑا اہم ہے۔

لوبان کے دھوئیں میں خود کلامی

بابا سائیں

آپ کے جتنے بھی ساتھی ہیں

سب اچھے ہیں

کچھ تو اتنے سادہ ہیں

کہ مجھ میں آپ کو ڈھونڈتے ہیں

اب آپ ہی کہیے

ذرہ سورج بن سکتا ہے

کیا میرے آئینے میں وہ آپ کی صورت لا سکتے ہیں

کوزے میں کیا سات سمندر آ سکتے ہیں

آپ انھیں یہ بات بھلا سمجھا سکتے ہیں(۱۶)

نفسیات کے پر تو بھی معین نظامی کی شاعری میں ملتے ہیں۔ان کی نظموں میں خود کلامی کا تاثر ملتا ہے۔وہ اپنی ذات کے عرفان سے کائنات کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ان کی نظموں میں جو آشوب زمانہ کی نئی شکلیں ملتی ہیں اور نئے تجربات کا پتہ ملتا ہے۔وہ موجودہ دور کے انسان کا روحانی کرب ہے۔موجودہ عہد کے انسان کا ذہنی اور روحانی کرب ان کو دل کا سکون نہیں لینے دیتا۔جس کی وجہ سے باطنی اضطراب جنم لیتا ہے۔ان کی نظموں اسی اضطراب کا اظہار نظر آتا ہے۔معین نظامی کو جینے کا ہنر آتا ہے وہ اپنے ماضی سے تصوارت کشید کرتے ہیں اور ان کو اپنی نظموں میں جمود بنا کر پیش نہیں کرتے بلکہ تخلیق و تعمیر کا جذبہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ان کی نظموں جدید نفسیات اصولوں کی بازگشت بھی سنائی دیتی ہے۔جدید انسان کے نفسیات مسائل کو بھی انہوں نے اپنی نظموں کا موضوع بنایا ہے۔ان کے اسی نفسیات ہیجان کو ڈاکٹر عنبرین منیر نے بیان کیا ہے۔

"معین نظامی کے لیے مکمل تجربے،مضطرب حالات میں صبوری سے پیدا ہونے والی خستگی

کے خاتمے اور روحوں کی سیرابی کے لیے اپنے دور میں خود غرضی سے جینے کے بجائے روایت

کے وجدانی ورثے سے فیض یاب ہونا ضروری ہے۔حضوری کی یہ منزل کا حصول بے حسی کی

برف پگھلائے بغیر ممکن نہیں"۔(۱۷)

نظم میں 'آبائی گھر'کا آدھی رات میں اِتفاقاً نذرِ آتش ہو جانا محض ایک واقعہ نہیں، بلکہ انتہائی پیچیدہ نفسیاتی صورتِ حال ہے۔پچھلی چھ سات پشتوں سے بچ جانے والی'خواہش کی راکھ'کا ایک 'میراثِ شعلہ بُرد'کی شکل سامنے آجانا ان کے باطنی اضطراب کا عکاس ہے۔۔یاد رہے کہ نظم میں جس تہذیبی اور خانقاہی نظام کی علامتیں اُبھر کر سامنے آ رہی ہیں،اُس میں اپنی ذات کی پاکیزگی کے لیے 'وجود'کو راکھ میں تبدیل کرنا پڑتا ہے۔متکلم کا جلے ہوئے سامان ہونے کے باوجود جلے ہوئے آبائی مکان میں قیام کرنا اپنی وراثت سے مضبوط ذہنی اور روحانی وابستگی کا واضح اعلان ہے۔اِس نظم کو اگر وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو یہاں 'گھر'اُس پوری تہذیبی، ثقافتی اور خانقاہی زندگی کی علامت کے طور پر سامنے آیا ہے جس کے آثار مٹتے ہوئے اب کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے ہیں۔دیہاتی زندگی کو چھوڑ کر شہری زندگی اختیار کرنے اور پھر زیادہ سے زیادہ دنیاوی آسائشوں کی آرزو نے جدید عہد کے انسان کو روحانی طور پر جس طرح تباہ و برباد کر دیا ہے۔اب اس نظم کو پڑھ کر اندازہ ہو گا کہ کس طرح وہ نفسیاتی الجھن کا شکار ہیں اور اپنی تباہ حال میراث کو چھوڑنے پر بھی تیار نہیں ہیں۔

مرا آبائی گھر

کل نیم شب کو اتّفاقاً نذرِ آتش ہو گیا ہے
کوئی شے اس میں جو باقی رہ گئی ہے
تو وہی خاکسترِ خواہش ہے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

جو چھ سات پُشتوں سے مرے اجداد کو
ورثے میں ملتی آرہی تھی
اور اب میں سوختہ ساماں
اکیلا
اپنی اس میراثِ شُعلہ بُرد کا مالک ہوں
گھر کے درد آلودہ درودیوار
میرا دُکھ سمجھتے ہیں
مری تعظیم کرتے ہیں(۱۸)

ڈاکٹر معین نظامی کی شاعری میں جدیدیت کے مظاہر پورے جوبن پر نظر آتے ہیں۔ان کی شاعری میں کلاسیکل روایت بھی موجود ہے۔خانقاہ معظم آباد کی شعری روایت کا اعجاز یہ ہے کہ اس میں خواجہ غلام نظام الدین کی شاعری کلاسیکل روایات کی عکاس ہے اور ڈاکٹر معین نظامی کی شاعری جدت کا مظہر ہے۔اس لیے خانقاہ معظم آباد کی شعری روایت کو کلاسیکیت اور جدیدیت کا سنگم ہے۔صوفیاء چشت کی دیگر خانقاہوں میں جدیدیت کی یہ روایت کم نظر آتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔سہ ماہی مجلہ شبیبہ،خواجہ غلام نظام الدین نمبر، جنوری ۹۷ تا ستمبر ۹۸،لاہور،۱۹۹۸ص،۱۶۳،۱۶۲

۲۔سہ ماہی مجلہ شبیبہ،خواجہ غلام نظام الدین نمبر، جنوری ۹۷ تا ستمبر ۹۸،لاہور،۱۹۹۸ص،۱۶۳،۱۶۲

۳۔سہ ماہی مجلہ شبیبہ،خواجہ غلام نظام الدین نمبر، جنوری ۹۷ تا ستمبر ۹۸،لاہور،۱۹۹۸ص،۱۶۵،۱۶۴

۴۔سہ ماہی مجلہ شبیبہ،خواجہ غلام نظام الدین نمبر، جنوری ۹۷ تا ستمبر ۹۸،لاہور،۱۹۹۸ص،۱۶۶

۵۔سہ ماہی مجلہ شبیبہ،خواجہ غلام نظام الدین نمبر، جنوری ۹۷ تا ستمبر ۹۸،لاہور،۱۹۹۸ص،۱۶۶

۶۔سہ ماہی مجلہ شبیبہ،خواجہ غلام نظام الدین نمبر، جنوری ۹۷ تا ستمبر ۹۸،لاہور،۱۹۹۸ص،۱۷۳

۷۔سہ ماہی مجلہ شبیبہ،خواجہ غلام نظام الدین نمبر، جنوری ۹۷ تا ستمبر ۹۸،لاہور،۱۹۹۸ص،۲۸۱

۸۔فخر الحق نوری،ڈاکٹر،سہ ماہی مجلہ شبیبہ،خواجہ غلام نظام الدین نمبر، جنوری ۹۷ تا ستمبر ۹۸،لاہور،۱۹۹۸ص،۳۳۰

۹۔اظہار الحق،دبستان لاہور جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵،الرزاق پبلشر ز لاہور،ص،۲۷

۱۰۔معین نظامی،چار مجموعے،دار لنعمان پبلشر ز،لاہور،۲۰۱۸،ص،۵۲

۱۱۔زاہد منیر عامر،ڈاکٹر،سہ ماہی مجلہ شبیبہ،خواجہ غلام نظام الدین نمبر، جنوری ۹۷ تا ستمبر ۹۸،لاہور،۱۹۹۸ص،۴۶۹

۱۲۔معین نظامی،چار مجموعے،دار لنعمان پبلشر ز،لاہور،۲۰۱۸،ص۴۴۹،۴۵۰

۱۳۔ایضاًص،۲۱۳

۱۴۔معین نظامی،چار مجموعے،دار لنعمان پبلشر ز،لاہور،۲۰۱۸،ص،۲۰۶

۱۵۔افضال احمد،سیّد،"بیک فلیپ"مشمولہ:چار مجموعے،دار لنعمان پبلشر ز،لاہور،۲۰۱۸

۱۶۔معین نظامی،چار مجموعے،دار لنعمان پبلشر ز،لاہور،۲۰۱۸،ص،۳۰

۱۷۔عنبرین منیر،ڈاکٹر،جدید اردو نظم میں نفسیاتی عناصر،بی پی ایچ پر نٹر ز،لاہور،۲۰۱۷،ص،۵۲۳

۱۸۔معین نظامی،چار مجموعے،دار لنعمان پبلشر ز،لاہور،۲۰۱۸،ص،۳۴